

ضربِ کلیم

یعنی

اعلانِ جنگ، دورِ حاضر کے خلاف

اتہال

نہیں مقام کی خوگر طبیعت آزاد
ہوائے سیر مثال نہیں پیدا کر
ہزار چشمہ ترے سنگ راہ سے پھولے
خودی میں ذوب کے ضرب کلیم پیدا کر

اعلیٰحضرت نواب سر جمید اللہ خاں فرمانروائے بھوپال کی

خدمت میں!

زمانہ با امم ایشیا چ کرد و کند
کے نہ بود کہ ایں داستان فرو خواند
تو صاحب نظری آنچہ در ضمیر من است
دل تو بیند و اندیشه تو می داند
گبیر ایں بھہ سرمایہ بہار از من
کہ گل بدست تو از شاخ تازه تر ماند

ناظرین سے

جب تک نہ زندگی کے حقائق پر ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریف سنگ
یہ زور دست و ضربت کاری کا ہے مقام
میدانِ جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ
خون دل و جگہ سے ہے سرمایہ حیات
فطرت ، لہو ترنگ ہے غافل! نہ ، جل ترنگ

تمہید

(۱)

نہ دیہ میں نہ حرم میں خودی کی بیداری
کہ خاوراں میں ہے قوموں کی روح تریا کی
اگر نہ سہل ہوں تجھ پر زمیں کے ہنگامے
بُری ہے مستی اندیشہ ہائے افلاکی
تری نجات غم مرگ سے نہیں ممکن
کہ تو خودی کو سمجھتا ہے پیکر خاکی
زمانہ اپنے حادث چھپا نہیں سکتا
ترا حباب ہے قلب و نظر کی ناپاکی

عطा ہوا خس و خاشک ایشیا مجھ کو
کہ میرے شعلے میں ہے سرکشی و بے باکی!

(۲)

ترا گناہ ہے اقبال! مجلس آرائی
اگرچہ تو ہے مثال زمانہ کم پیوند
جو کوکنار کے خوگر تھے ان غریبوں کو
تری نوا نے دیا ذوق جذبہ ہائے بلند
ترب رہے ہیں فضابائے نیلگاؤں کے لیے
وہ پر شکستہ کہ صحن سرا میں تھے خورسند
تری سزا ہے نوابے سحر سے محرومی
مقام شوق و سرور و نظر سے محرومی

اسلام

اور

مسلمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحیح ☆

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شہستان وجود
ہوتی ہے بندہ مومن کی اذان سے پیدا

اُنہوں نے: بھوپال (شیش محل) میں لکھتے گئے

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

خودی کا تصر نہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
خودی ہے حق، فساد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
یہ دور اپنے برائیم کی تلاش میں ہے
ضم کدھ ہے جہاں، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
کیا ہے تو نے متاع غرور کا سودا
فریب سود و زیاب، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
یہ مال و دولت دنیا، یہ رشته و پیوند
 بتان وهم و گماں، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زیارتی
 نہ ہے زمان نہ مکاں، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزان، لا إله إلا الله
اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذان، لا إله إلا الله

تن بِ تقدیر

اسی قرآن میں ہے اب ترکِ جہاں کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مہ و پرویں کا امیر
‘تن بِ تقدیر’ ہے آج ان کے عمل کا انداز
تحیٰ نہیں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
تھا جو ‘ناخوب’، بتدریج وہی ‘خوب’ ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

معراج

دے ولولہ شوق جسے لذت پرواز
کر سکتا ہے وہ ذرہ مہ و مہر کو تاراج
مشکل نہیں یارانِ چمن ! معرکہ باز
پر سوز اگر ہو نفسِ سینہ دُرّاج
ناوک ہے مسلمان ، ہدفِ اس کا ہے ثریا
ہے بزر سرا پردہ جاں نکٹہ معراج
تو معنی و انجم ، نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مد و جزرِ ابھی چاند کا محتاج

ایک فلسفہ زدہ سیدزادے کے نام

ذ اپنی خودی اگر نہ کھوتا زنا ری بر گسائ نہ ہوتا
ویگل کا صدف گہر سے خالی ہے اس کا طسم سب خیالی
محکم کیسے ہو زندگانی کس طرح خودی ہوا لازمانی!
آدم کو ثبات کی طلب ہے دستور حیات کی طلب ہے
دنیا کی عشا ہو جس سے اشراق
مومن کی اذاء نداۓ آفاق
میں اصل کا خاص سومناتی
آبا مرے لاتی و مناتی
میری کف خاک بر ہمن زاد
تو سید ہاشمی کی اواد
پوشیدہ ہے ریشه ہائے دل میں ہے فلسفہ میرے آب و گل میں
اس کی رگ رگ سے بخبر ہے اقبال اگرچہ بے ہنر ہے
سن مجھ سے یہ نکتہ دل افروز
شعلہ ہے ترے جنوں کا بے سوز
ہے فلسفہ زندگی سے دوری
انجام خود ہے بے حضوری
ہیں ذوقی عمل کے واسطے موت
افکار کے نغمہ ہائے بے صوت

دیں مسلکِ زندگی کی تقویم دیں بزرِ محمد و برائیم
”دل در خنِ محمدی بند اے پور علیٰ ز بو علی چند!

چوں دیدہ راہ میں نداری
قایید قرشی بہ از بخاری☆“

زمین و آسمان

ممکن ہے کہ تو جس کو سمجھتا ہے بہاراں
اوروں کی نگاہوں میں وہ موسم ہو خزان کا
ہے سلسلہ احوال کا ہر لحظہ ڈگر گوں
اے سالکِ رہ! فکر نہ کر سود و زیاب کا
شاید کہ زمیں ہے یہ کسی اور جہاں کی
تو جس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا!

☆ فارسی اشعار حکیم خاہ آنکی کی تصنیف امراء ثانیں سے ہیں

مسلمان کا زوال

اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات
جو فقر سے ہے میسر، تو نگری سے نہیں
اگر جواں ہوں مری قوم کے جسور و غیور
قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں
سبب کچھ اور ہے، تو جس کو خود سمجھتا ہے
زواں بندہ مومن کا ہے زری سے نہیں
اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے، تو نگری سے نہیں

علم و عشق

علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن
عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تجھیں و نظر

بندہ تجھیں و نن! کرم کتابی نہ بن

عشق سراپا حضور، علم سراپا حباب!

عشق کی گرمی سے ہے معرکہ کائنات

علم مقام صفات، عشق تماشے ذات

عشق سکون و ثبات، عشق حیات و محمات

علم ہے پیدا سوال، عشق ہے پہاں جواب!

عشق کے ہیں مجذات سلطنت و فقر و دیں

عشق کے ادنیٰ غلام صاحب تاج و نگیں

عشق مکان و نکیں، عشق زمان و زمیں

عشق سراپا یقین، اور یقین فتح باب!

شرع محبت میں ہے عشرت منزل حرام

شورش طوفان حلال، لذت ساحل حرام

عشق پہ بخلی حلال، عشق پہ حاصل حرام

علم ہے ابن الکتاب، عشق ہے امّ الکتاب!

اجتہاد

ہند میں حکمت دیں کوئی کہاں سے سکھے
نہ کہیں لذت کردار، نہ افکارِ عمیق
حلقة شوق میں وہ جرأت اندیشہ کہاں
آہِ محکومی و تقلید و زوال تحقیق!
خود بدلتے نہیں، قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق!
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق!

شکروشکایت

میں بندہ ناداں ہوں، مگر شکر ہے تیرا
رکھتا ہوں نہاں خانہ لاہوت سے پیوند

اک واولہ تازہ دیا میں نے دلوں کو
لاہور سے تا خاک بخارا و سرقد
تاثیر ہے یہ میرے نفس کی کہ خزان میں
مرغانِ سحر خواں مری صحبت میں ہیں خورسند
لیکن مجھے پیدا کیا اس دلیس میں تو نے
جس دلیس کے بندے ہیں غلامی پر رضا مندا!

ذکر و فکر

یہ ہیں سب ایک ہی سالک کی جنتجو کے مقام
وہ جس کی شان میں آیا ہے عالم الائما
مقام ذکر، کمالاتِ رومی و عطار
مقام فکر، مقالات بوعلی سینا
مقام فکر ہے پیاس زمان و مکان
مقام ذکر ہے سجان ربی الاعلیٰ

مُلَّا نے حرم

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو
تری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام
تری نماز میں باقی جلال ہے، نہ جمال
تری اذان میں نہیں ہے مری سحر کا پیام

تقدیر

نائل کو حاصل ہے کبھی قوت و جبروت
ہے خوار زمانے میں کبھی جوہر ذاتی
شاید کوئی منطق ہو نہاں اس کے عمل میں
تقدیر نہیں تائی منطق نظر آتی
ہاں، ایک حقیقت ہے کہ معلوم ہے سب کو
تاریخِ اُم جس کو نہیں ہم سے چھپاتی

بُر لحظہ ہے قوموں کے عمل پر نظر اس کی
بڑا صفت تنی دو پیکر نظر اس کی؟

توحید

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے، فقط اک مسئلہ علم کام
روشن اس نو سے اگر ظلمت کردار نہ ہو
خود مسلمان سے ہے پوشیدہ مسلمان کا مقام
میں نے اے میر پہا تیری پہ دیکھی ہے
'قتل خوا اللہ' کی شمشیر سے خالی ہیں نیام
آہ! اس راز سے واقف ہے نہ ملا، نہ فقیر
وحدت افکار کی بے وحدت کردار ہے خام
قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام!

علم اور دین

وہ علم اپنے بتوں کا ہے آپ ابراہیم
کیا ہے جس کو خدا نے دل و نظر کا ندیم
زمانہ ایک ، حیات ایک ، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری، قصہ، جدید و قدیم
چون میں تربیت غنچہ ہو نہیں سکتی
نہیں ہے قطرہ شبنم اگر شریک نہیں
وہ علم، کم بصری جس میں ہمکنار نہیں
تجالیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم!

ہندی مسلمان

غذار وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن
انگریز سمجھتا ہے مسلمان کو گداگر

جہاد

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تکوار کارگر
لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں؟
مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود و بے اثر
تعق و تفگ دستِ مسلمان میں ہے کہاں
ہو بھی، تو دل ہیں موت کی لذت سے بے خبر
کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اسے کہ مسلمان کی موت مر
تعلیم اس کو چاہیے ترک جہاد کی
دنیا کو جس کے پڑھنے خونیں سے ہو خطر
باطل کی فال و فر کی حفاظت کے واسطے
پورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر

ہم پوچھتے ہیں شیخ کیا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزرا!

قوت اور دین

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرتِ انس کی قباق
تاریخِ امم کا یہ پیامِ ازلی ہے
‘صاحبِ نظر! نفعَ قوت ہے خطرناک،
اس سیلِ سبک سیر و زمیں گیر کے آگے
عقل و نظر و علم و ہنر ہیں خس و خاشاک
لا دیں ہو تو ہے زہرِ ہلابل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک

فقر و ملوکیت

فقر جنگاہ میں بے ساز و بیاق آتا ہے
ضرب کاری ہے، اگر سینے میں بے قلب سلیم
اس کی بڑھتی ہوئی بے باکی و بے تابی سے
تازہ ہر عہد میں بے قصہ فرعون و کلیم
اب ترا دور بھی آنے کو ہے اے فقر غیور
کھا گئی روح فرنگی کو ہوائے زرویم
عشق و مستی نے کیا ضبط نفس مجھ پر حرام
کہ گرہ غنچے کی کھلتی نہیں بے موج نیم

اسلام

روح اسلام کی ہے نورِ خودی ، نارِ خودی
زندگانی کے لیے نارِ خودی نور و حضور
یہی ہر چیز کی تقویم ، یہی اصل نمود
گرچہ اس روح کو فطرت نے رکھا ہے مستور
لفظِ 'اسلام' سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرा نام اسی دین کا ہے 'فقر غیور'

حیاتِ ابدی

زندگانی ہے صدف، قرہ نیساں ہے خودی
وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو گہر کر نہ سکے
ہو اگر خودنگر و خودگر و خودگیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

سلطانی ☆

کے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر جس میں ہے بے پرده روح قرآنی
خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی
یہی مقام ہے کہنے ہیں جس کو سلطانی
یہی مقام ہے مومن کی قوتوں کا عیار
اسی مقام سے آدم ہے ظلن سُجانی
یہ جبر و قهر نہیں ہے ، یہ عشق و مستی ہے
کہ جبر و قهر سے ممکن نہیں جہاں بانی
کیا گیا ہے غلامی میں بتلا تجھ کو
کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی نگہبانی

☆ ریاض منزل (دولت کندہ در راس مسعود) بھوپال میں لکھے گئے

مثال ماه چمکتا تھا جس کا داغ وجود
خرید لی ہے فرنگی نے وہ مسلمانی
ہوا حریف مہ و آفتاب تو جس سے
رہی نہ تیرے ستاروں میں وہ ڈرخشنی

صوفی سے

تری نگاہ میں ہے مجذات کی دنیا
مری نگاہ میں ہے حادثات کی دنیا
تخیلات کی دنیا غریب ہے، لیکن
غریب تر ہے حیات و ممات کی دنیا
عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہ تری
بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا

افرگ زدہ

(۱)

ترا وجود سراپا تجلی افرگ
کہ تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر
مگر یہ پتکر خاکی خودی سے ہے خالی
فقط نیام ہے تو، زرنگار و بے شمشیرا

(۲)

تری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
مری نگاہ میں ثابت نہیں وجود ترا
وجود کیا ہے، فقط جوہر خودی کی نہود
کر اپنی فکر کہ جوہر ہے بے نہود ترا

تصوّف☆

یہ حکمتِ ملکوتی، یہ علم لاموتی
 حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
 یہ ذکرِ نیم شی، یہ مراتبے، یہ سرور
 تری خودی کے نگہداں نہیں تو کچھ بھی نہیں
 یہ عقل، جو مہ و پرویں کا کھیاتی ہے شکار
 شریکِ شورش پناہ نہیں تو کچھ بھی نہیں
 خرد نے کہہ بھی دیا 'لالہ' تو کیا حاصل
 دل و نگاہِ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں
 عجب نہیں کہ پریشان ہے گفتگوِ میری
 فروغِ صح پریشان نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہندی اسلام

بے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی خاود
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوت بازو
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خدا داد
اے مرد خدا! تجھ کو وہ قوت نہیں حاصل
جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد
مسکینی و مخلومی و نومیدی جاوید
جس کا یہ تضوف ہو وہ اسلام کر ایجاد
ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

غزل

دل مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے آتوں کے مرض کہن کا چارہ
ترا بھر پر سکوں ہے، یہ سکوں ہے یا فسوں ہے؟
نہ نہنگ ہے، نہ طوفان، نہ خرابی کنارہ!
تو ضمیر آسمان سے ابھی آشنا نہیں ہے
نہیں ہے قرار کرتا تجھے غزہ ستارہ
ترے نیتاں میں ڈالا مرے نغمہ سحر نے
مری خاک پے پسر میں جو نہاں تھا اک شرارہ
نظر آئے گا اسی کو یہ جہاں دوش و فردا
جے آگئی میسر مری شونی نظارہ

دنیا

مجھ کو بھی نظر آتی ہے یہ بوقلمونی
وہ چاند، یہ تارا ہے، وہ پتھر، یہ نگمیں ہے
دیتی ہے مری چشم بصیرت بھی یہ فتویٰ
وہ کوہ، یہ دریا ہے، وہ گردوں، یہ زمیں ہے
حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا
تو ہے، تجھے جو کچھ نظر آتا ہے، نہیں ہے!

نماز

بدل کے بھیں پھر آتے ہیں ہر زمانے میں
اگرچہ پھر ہیں آدم، جواں ہیں لات و منات
یہ ایک سجدہ ہے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دینا ہے آدمی کو نجات!

☆ وجی

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں
 راہبر ہو ظن و تجھیں تو زبوں کاں حیات
 فکر بے نور ترا جذب عمل بے بنیاد
 سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شب تار حیات
 خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ وا کیونکر
 گر حیات آپ نہ ہو شارح اسرار حیات!

شکست

مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں
 بہانہ بے عملی کا بنی شراب است

☆ ریاض منزل (دولت کندہ سر راس مسعود) بھوپال میں لکھے گئے

فیہ شہر بھی رہبانیت پہ ہے مجبور
کہ معرکے ہیں شریعت کے جنگ دست بدست
گریز کشمکش زندگی سے، مردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست!

عقل و دل

ہر خاکی و نوری پہ حکومت ہے خرد کی
باہر نہیں کچھ عقلِ خدا داد کی زد سے
عالم ہے غلام اس کے جلال ازلی کا
اک دل ہے کہ ہر لحظہ الجھتا ہے خرد سے

مستی کردار

صوفی کی طریقت میں فقط مستی احوال
ملا کی شریعت میں فقط مستی گفتار

شاعر کی نوا مردہ و افردہ و بے ذوق
افکار میں سرمست، نہ خوابیدہ نہ بیدار
وہ مرد مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستی کردار

قبر

مرقد کا شبستان بھی اسے راس نہ آیا
آرام قلندر کو تھ خاک نہیں ہے
خاموشی افلاک تو ہے قبر میں لیکن
بے قیدی و پہنالی افلاک نہیں ہے

قلندر کی پہچان

کہتا ہے زمانے سے یہ درویش جواں مرد
جاتا ہے جدھر بندہ حق، تو بھی اوھر جا!
ہنگائے ہیں میرے تری طاقت سے زیادہ
بچتا ہوا بنگاہ قلندر سے گزر جا
میں کشتی و ملاح کا محتاج نہ ہوں گا
چڑھتا ہوا دریا ہے اگر تو تو اتر جا
توڑا نہیں جادو مری تکبیر نے تیرا؟
ہے تجھ میں سکر جانے کی جرأت تو سکر جا!

مہرو مہدا نجم کا محاسب ہے قلندر

ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

فلسفہ

افکار جوانوں کے خفیٰ ہوں کہ جلی ہوں
پوشیدہ نہیں مرد قلندر کی نظر سے
معلوم ہیں مجھ کو ترے احوال کہ میں بھی
مدت ہوئی گزرا تھا اسی راہ گزر سے
الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
شواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گھر سے!
پیدا ہے فقط حلقہ ارباب جنوں میں
وہ عقل کہ پا جاتی ہے شعلے کو شر سے
جس معنی پیچیدہ کی تصدیق کرے دل
قیمت میں بہت بڑھ کے ہے تابندہ گھر سے
یا مردہ ہے یا نزع کی حالت میں گرفتار
جو فلسفہ لکھا نہ گیا خون جگر سے

مردان خدا

وہی ہے بندہ خُر جس کی ضرب ہے کاری
نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری
ازل سے فطرت احرار میں ہیں دوش بدش
قلندری و قبا پوشی و گلہ داری
زمانہ لے کے ہے آفتاب کرتا ہے
انھی کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری
وجود انھی کا طواف بتاں سے ہے آزاد
یہ تیرے مومن و کافر ، تمام زخاری!

کافر و مومن

کل ساحل دریا پہ کہا مجھ سے خضر نے
تو ڈھونڈ رہا ہے سم افرنگ کا تریاق؟

اک نگتہ مرے پاس ہے شمشیر کی مانند
بزندہ و صیقل زده و روشن و براق
کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق!

مہدی برحق

سب اپنے بنائے ہوئے زندگی میں ہیں محبوس
خاور کے ثوابت ہوں کہ افرنگ کے سیار
پیران کلیسا ہوں کہ شیخانِ حرم ہوں
نے جدتِ گفتار ہے، نے جدتِ کردار
ہیں اہلِ سیاست کے وہی کہنہ خم و پیچ
شاعر اسی افلاسِ تحلیل میں گرفتار
دنیا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلہ عالم افکار

مومن☆

(دنیا میں)

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
 رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
 افلاک سے ہے اس کی حریقانہ کشاکش
 خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن
 جچتے نہیں سنجھنک و حمام اس کی نظر میں
 جبریل و سرافیل کا صیاد ہے مومن

(جنت میں)

کہتے ہیں فرشتے کہ دل آویز ہے مومن
 حوروں کو شکایت ہے کم آمیز ہے مومن

محمد علی باب

تحنی خوب حضور علامہ باب کی تقریر
بیچارہ غلط پڑھتا تھا اعراب سلوات
اس کی غلطی پر علامہ تھے مہتمم
بولا ، تمہیں معلوم نہیں میرے مقامات
اب میری امامت کے تصدق میں ہیں آزاد
محبوس تھے اعراب میں قرآن کے آیات!

تقدیر

(ابلیس ویزدا)

ابلیس

اے خدائے کن فکاں! مجھ کو نہ تھا آدم سے پیر
آہ ! وہ زندانی نزدیک و دور و دیر و زود

حرف 'استکبار' تیرے سامنے ممکن نہ تھا
ہاں، مگر تیری مشیت میں نہ تھا میرا وجود

یزدان

کب کھلا جھوپ پر یہ راز انکار سے پہلے کہ بعد؟

ابلیس

بعد ! اے تیری تجلی سے کمالات وجودا

یزدان

(فرشتوں کی طرف دیکھ کر)

پستی فطرت نے سکھائی ہے یہ جست اسے
کہتا ہے 'تیری مشیت میں نہ تھا میرا وجود'
دے رہا ہے اپنی آزادی کو مجبوری کا نام
ظالم اپنے شعلہ سوزاں کو خود کہتا ہے دودا

(ماخوذ از محبی الدین ابن عربی)

اے روحِ محمدؐ

شیرازہ ہوا ملت مر جوم کا اتر
اب تو ہی بتا، تیرا مسلمان کدھر جائے!
وہ لذت آشوب نہیں بحر عرب میں
پوشیدہ جو ہے مجھ میں، وہ طوفان کدھر جائے
ہر چند ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد
اس کوہ و بیباں سے خدی خوان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کر اے روحِ محمدؐ^ن
آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے!

مدحیتِ اسلام

بتاؤں تجھ کو مسلمان کی زندگی کیا ہے
یہ ہے نہایتِ اندیشہ و کمال جنوں

طلوع ہے صفت آفتاب اس کا غروب
 یگانہ اور مثال زمانہ گونا گوں!
 نہ اس میں عصر رواں کی حیا سے بیزاری
 نہ اس میں عہد کہن کے فسانہ و افسوں
 حقائق ابدی پر اساس ہے اس کی
 یہ زندگی ہے، نہیں ہے طسم افلاطون!
 عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوق جمال
 عجم کا حسن طبیعت، عرب کا سوز دروں!

امامت

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
 حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے
 ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
 جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

موت کے آئے میں تجھ کو دکھا کر رُخ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساس زیاد تیرا ابھو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تکوار کرے
قتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے!

فقر دراہبی

کچھ اور چیز ہے شاید تری مسلمانی
تری نگاہ میں ہے ایک ، فقر و رہبانی
سکون پرستی راہب سے فقر ہے بیزار
فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی
پسند روح و بدن کی ہے وامنود اس کو
کہ ہے نہایت مومن خودی کی غریانی

وجود صرفی کائنات ہے اس کا
اسے خبر ہے، یہ باقی ہے اور وہ فانی
اسی سے پوچھ کہ پیش نگاہ ہے جو کچھ
جہاں ہے یا کہ فقط رنگ و بو کی طغیانی
یہ فقر مرد مسلمان نے کھو دیا جب سے
رہی نہ دولتِ سلمانی و سلیمانی

غزل

تیری متاع حیات، علم و ہنر کا سرور
میری متاع حیات ایک دل ناصبور!
مجزہ اہل فکر، فلسفہ پیچ پیچ
مجزہ اہل ذکر، موئی و فرعون و طور
مصلحت کہہ دیا میں نے مسلمان تجھے
تیرے نفس میں نہیں، گرمی یوم النشور

ایک زمانے سے ہے چاک گریاں مرا
 تو ہے ابھی ہوش میں، میرے جنوں کا قصور!
 فیضِ نظر کے لیے ضبطِ سخن چاہیے
 حرفِ پریشان نہ کہہ ابِ نظر کے حضور
 خوارِ جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
 عشق ہو جس کا جسور، فقر ہو جس کا غیور

تسلیم و رضا

ہر شاخ سے یہ نکتہ پیچیدہ ہے پیدا
 پودوں کو بھی احساس ہے پہنائے فضا کا
 ظلمت کدہ خاک پہ شاکر نہیں رہتا
 ہر لمحہ ہے دانے کو جنوں نشوونما کا
 فطرت کے تقاضوں پہ نہ کر راہ عمل بند
 مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا

جرأت ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے
اے مردِ خدا، ملکِ خدا تنگ نہیں ہے!

نکتہ توحید

بیان میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے
وہ رمز شوق کہ پوشیدہ لا الہ میں ہے
طریق شیخ فقیہانہ ہو تو کیا کہیے
سرور جو حق و باطل کی کارزار میں ہے
تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیے
جہاں میں بندہ خر کے مشاہدات ہیں کیا
تری نگاہ غلامانہ ہو تو کیا کہیے
مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیے!

الہام اور آزادی

ہو بندہ آزاد اگر صاحب الہام
ہے اس کی نگہ فکر و عمل کے لیے مہیز
اس کے نفس گرم کی تاثیر ہے ایسی
ہو جاتی ہے خاک چنستاں شرر آمیز
شاپیں کی ادا ہوتی ہے بلبل میں غمودار
کس درجہ بدل جاتے ہیں مرغیان سحر خیز!
اس مرد خود آگاہ ، خدمت کی صحبت
دیتی ہے گداوں کو شکوہ جم و پروین
محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گر اقوام ہے وہ صورت چنگیز

جان و تن

عقل مدت سے ہے اس پیچاک میں ابھی ہوئی
روح کس جوہر سے، خاک تیرہ کس جوہر سے ہے
میری مشکل، مستی و شور و سور و درد و داغ
تیری مشکل، مے سے ہے ساغر کے ساغر سے ہے
ارتباط حرف و معنی، اختلاطِ جان و تن
جس طرح انگر قبا پوش اپنی خاکستر سے ہے!

لا ہور و کراچی

نظر اللہ پر رکھتا ہے مسلمان غیور
موت کیا شے ہے، فقط عالمِ معنی کا سفر
ان شہیدوں کی دیتِ اہل کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خونِ جن کا حرم سے بڑھ کر

آہ! اے مرد مسلمان تجھے کیا یاد نہیں
حرف لَا تدع مع اللہ الْحَا آخِر

نبوٰت

میں نہ عارف، نہ مجدہ نہ محدث نہ فقیہ
مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
ہاں، مگر عالم اسلام پر رکھتا ہوں نظر
فاس ہے مجھ پر ضمیر فلک نیلی فام
عصر حاضر کی شب تار میں دیکھی میں نے
یہ حقیقت کہ ہے روشن صفت ما و تمام
”وہ نبوت ہے مسلمان کے لیے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام“

آدم

طلسم بود و عدم، جس کا نام ہے آدم
خدا کا راز ہے، قادر نہیں ہے جس پر سخن
زمانہ صحیح ازل سے رہا ہے محو سفر
مگر یہ اس کی تگ و دو سے ہو سکا نہ کہن
اگر نہ ہو تجھے الجھن تو کھول کر کہہ دوں
وجود حضرت انساں نہ روح ہے نہ بدنا،!

مکہ اور جنیوا

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام
پوشیدہ نگاہوں سے رہی وحدتِ آدم
تفريقِ ملل حکمتِ افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملتِ آدم

مکے نے دیا خاک جنیوا کو یہ پیغام
جمعیت اقوام کہ جمعیت آدم!

اے پیر حرم

اے پیر حرم! رسم و رہ خانقہ چھوڑ
مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا
اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت!
دے ان کو سبق خود شکنی ، خود گنگری کا
تو ان کو سکھا خارا شگافی کے طریقے
مغرب نے سکھایا انہیں فن شیشه گری کا
دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی
دارو کوئی سوچ ان کی پریشان نظری کا
کہہ جاتا ہوں میں زور جنوں میں ترے اسرار
مجھ کو بھی صلم دے مری آشنا سری کا!

مہدی

قوموں کی حیات ان کے تجھیل پر ہے موقوف
یہ ذوق سکھاتا ہے ادب مرغ چمن کو
مجذوب فرنگی نے بہ اندازِ فرنگی
مہدی کے تجھیل سے کیا زندہ وطن کو
اے وہ کہ تو مہدی کے تجھیل سے ہے بیزار
نومید نہ کر آہوئے مشکلیں سے ختن کو
ہو زندہ کفن پوش تو میت اسے سمجھیں
یا چاک کریں مردک ناداں کے کفن کو؟

مرد مسلمان

ہر لحظہ ہے مومن کی نبی شان، نبی آن
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی بڑھان!
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بتا ہے مسلمان
ہمسایہ جبریل امیں بندۂ خاکی
ہے اس کا نشین نہ بخارا نہ بدخشان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے ، حقیقت میں ہے قرآن!
قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو، وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دبل جائیں، وہ طوفان

فطرت کا سروہ ازی اس کے شب و روز
آہنگ میں کیتا صفت سورہ حمّن
بنتے ہیں مری کارگہ فکر میں انجم
لے اپنے مقدار کے ستارے کو تو پہچان!

پنجابی مسلمان

نمہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کر لے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخ نشیمن سے اُرتا ہے بہت جلد

آزادی

ہے کس کی یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے
حریت افکار کی نعمت ہے خدا داد
چاہے تو کرے کعبے کو آتش کدھ پارس
چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد
قرآن کو بازیجھہ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا
اسلام ہے محبوس ، مسلمان ہے آزاد !

اشاعتِ اسلام فرنگستان میں

ضمیر اس مدنیت کا دیں سے ہے خالی
فرنگیوں میں اخوت کا ہے نب پہ قیام

بلند تر نہیں انگریز کی نگاہوں میں
قبول دین مسیحی سے برہمن کا مقام
اگر قبول کرے، دین مصطفیٰ، انگریز
سیاہ روز مسلمان رہے گا پھر بھی غلام

لَا وَاللّٰهُ

فضائے نور میں کرتا نہ شاخ و برگ و بر پیدا
سفر خاکی شبستان سے نہ کر سکتا اگر دانہ
نہاد زندگی میں ابتدا 'لا'، انتہا 'لا'
پیام موت ہے جب 'لا ہوا لا' سے بیگانہ
وہ ملت روح جس کی 'لا' سے آگے بڑھ نہیں سکتی
یقین جانو، ہوا لبریز اس ملت کا پیانہ

امراۓ عرب سے☆

کرے یہ کافر ہندی بھی جرأتِ گفتار
 اگر نہ ہو امراۓ عرب کی بے ادبی!
 یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس امت کو؟
 وصالِ مصطفوی ، افتراقِ بوہی!
 نہیں وجود حدود و شغور سے اس کا
 محمدؐ عربی سے ہے عالم عربی!

احکام الٰہی

پابندی اقتدری کہ پابندی احکام!
 یہ مسئلہ مشکل نہیں اے مرد خرد مند

اک آن میں سو بار بدل جاتی ہے اقدیر
ہے اس کا مقلد ابھی ناخوش ، ابھی خورسند
اقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الہی کا ہے پابند

موت

لحد میں بھی یہی غیب و حضور رہتا ہے
اگر ہو زندہ تو دل ناصبور رہتا ہے
مہ و ستارہ ، مثال شرارہ یک دو نفس
مئے خودی کا ابد تک سورہ رہتا ہے
فرشته موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے!

قُم باذن اللہ

جہاں اگرچہ دُگر گوں ہے ، قُم باذن اللہ
وہی زمیں ، وہی گرد़وں ہے ، قُم باذن اللہ
کیا نواۓ 'انا الحق' کو آتشیں جس نے
تری رگوں میں وہی ٹوں ہے ، قُم باذن اللہ
غمیں نہ ہو کہ پرائندہ ہے شعور ترا
فرنگیوں کا یہ افسوں ہے ، قُم باذن اللہ

تعلیم و تربیت

مقصود☆

(سپتوزا)

نظر حیات پر رکھتا ہے مرد دانش مند
حیات کیا ہے ، حضور و سرور و نور و وجود

(فلاطون)

نگاہ موت پر رکھتا ہے مرد دانش مند
حیات ہے شب تاریک میں شر کی نمود
حیات و موت نہیں اتفاقات کے لائق
فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود

☆: بیان منزل (دولت کوہ سر راں مسحور) بھوپال میں لکھے گئے

زمانہ حاضر کا انسان

دعاشق ناپید و خرد میگزدش صورت مار
عقل کو تاج فرمان نظر کر نہ سکا
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گا ہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و بیچ میں البحا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا!

اقوامِ مشرق

نظر آتے نہیں بے پرده حقائق ان کو
آنکھ جن کی ہوئی ملکومی و تقید سے کور

زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیونکر
یہ فرنگی مدتیت کہ جو ہے خود لپ گورا!

آگاہی

نظر پھر پہ رکھتا ہے جو ستارہ شناس
نہیں ہے اپنی خودی کے مقام سے آگاہ
خودی کو جس نے فلک سے بلند تر دیکھا
وہی ہے مملکتِ صبح و شام سے آگاہ
وہی نگاہ کے ناخوب و خوب سے محروم
وہی ہے دل کے حلال و حرام سے آگاہ

مُصلحین مشرق

میں ہوں نومید تیرے ساقیان سامری فن سے
کہ بزم خاوراں میں لے کے آئے ساتھیں خالی

نئی بجلی کہاں ان بادلوں کے جیب و دامن میں
پرانی بجلیوں سے بھی ہے جن کی آتیں خالی!

مغربی تہذیب

فاسدِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک و خیال بلند و ذوق اطیف

اسرارِ پیدا

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ نولاد
ناچیزِ جہان مہ و پرویں ترے آگے
وہ عالمِ مجبور ہے ، تو عالمِ آزاد

موجوں کی تپش کیا ہے ، فقط ذوق طلب ہے
پہاں جو صدف میں ہے ، وہ دولت ہے خدا داد
شاہیں کبھی پرواز سے تحک کر نہیں گرتا
پُر دم ہے اگر تو تو نہیں خطرہ افتاد

سلطان ٹیپو کی وصیت

تو رہ نورِِ شوق ہے ، منزل نہ کر قبول
لیلی بھی بھم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول
اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تند و تیز
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول
کھویا نہ جا صنم کدھ کائنات میں
محفل گداز ! گری محفل نہ کر قبول
صحیح ازل یہ مجھ سے کہا جبریل نے
جو عقل کا غلام ہو ، وہ دل نہ کر قبول

باطل دوئی پند ہے ، حق لا شریک ہے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول!

غزل

نہ میں انجمنی نہ ہندی ، نہ عراقی و ججازی
کہ خودی سے میں نے سیکھی دو جہاں سے بے نیازی
تو مری نظر میں کافر ، میں تری نظر میں کافر
ترا دیں نفس شماری ، مرا دیں نفس گدازی
تو بدل گیا تو بہتر کہ بدل گئی شریعت
کہ موافق تدروائی نہیں دین شاہبازی
ترے دشت و در میں مجھ کو وہ جوں نظر نہ آیا
کہ سکھا سکے خرد کو رہ و رسم کارسازی
نہ جدا رہے نوا گرتبا و تاب زندگی سے
کہ ہلاکی امم ہے یہ طریق نے نوازی

بیداری

جس بندہ حق میں کی خودی ہوگئی بیدار
 شمشیر کی مانند ہے بُرمندہ و بُراق
 اس کی نگہ شوخ پہ ہوتی ہے نمودار
 ہر ذرے میں پوشیدہ ہے جو قوت اشراق
 اس مرد خدا سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو
 تو بندہ آفاق ہے ، وہ صاحب آفاق
 تجھ میں ابھی پیدا نہیں ساحل کی طلب بھی
 وہ پاکی فطرت سے ہوا محرم ائماق

خودی کی تربیت

خودی کی پروش و تربیت پہ ہے موقوف
 کہ مشت خاک میں پیدا ہو آتشِ جہہ سوز

یہی ہے سر کلیمی ہر اک زمانے میں
ہوائے دشت و شعیب و شباني شب و روزا!

آزادی فکر

آزادی افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبیر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادی افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ!

خودی کی زندگی

خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی
نہیں ہے سخر و طغول سے کم شکوہ فقیر
خودی ہو زندہ تو دریائے بے کراں پایاب
خودی ہو زندہ تو کھسار پر نیان و حریر

نہنگِ زندہ ہے اپنے محیط میں آزاد
نہنگِ مردہ کو موج سراب بھی زنجیر!

حکومت☆

ہے مریدوں کو تو حق بات گوارا لیکن
شیخ و ملا کو بُری لگتی ہے درویش کی بات
قوم کے ہاتھ سے جاتا ہے متاع کردار
بحث میں آتا ہے جب فلسفہ ذات و صفات
گرچہ اس دیر کہن کا ہے یہ دستور قدیم
کہ نہیں سے کہہ و ساقی و بینا کو ثبات
قسمت بادہ مگر حق ہے اُسی ملت کا
انگیں جس کے جوانوں کو ہے تنخاب حیات!

ہندی مکتب

اقبال! یہاں نام نہ لے علم خودی کا
موزوں نہیں مکتب کے لیے ایسے مقالات
بہتر ہے کہ بیچارے ممولوں کی نظر سے
پوشیدہ رہیں باز کے احوال و مقامات
آزاد کی اک آن ہے محكوم کا اک سال
کس درجہ گراں سیر ہیں محكوم کے اوقات!
آزاد کا ہر لحظہ پیامِ ابدیت
محكوم کا ہر لحظہ نئی مرگِ مفاجات
آزاد کا اندیشہ حقیقت سے متور
محكوم کا اندیشہ گرفتارِ خرافات
محكوم کو پیروں کی کرامات کا سودا
ہے بندہ آزاد خود اک زندہ کرامات

محکوم کے حق میں ہے یہی تربیت اچھی
موسیقی و صورت گری و علم نباتات!

تربیت

زندگی کچھ اور شے ہے ، علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوزِ جگہ ہے ، علم ہے سوزِ دماغ
علم میں دولت بھی ہے ، قدرت بھی ہے ، لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ
اہلِ دانش عام ہیں ، کم یاب ہیں اہلِ نظر
کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا تیرا ایا غ!
شیخ مکتب کے طریقوں سے کشاوِ دل کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ!

خوب و زشت

ستارگان فضابائے نیلگوں کی طرح
تختیلات بھی ہیں تابع طلوع و غروب
جہاں خودی کا بھی ہے صاحب فراز و نشیب
یہاں بھی معرکہ آرا ہے خوب سے ناخوب
نمود جس کی فرازِ خودی سے ہو ، وہ جمیل
جو ہو نشیب میں پیدا ، قیچ و نامحبوب!

مرگِ خودی

خودی کی موت سے مغرب کا اندرؤں بے نور
خودی کی موت سے مشرق ہے بتلائے جذام
خودی کی موت سے روحِ عرب ہے بے تب و تاب
بدنِ عراق و عجم کا ہے بے عروق و عظام

خودی کی موت سے ہندی شکستہ بالوں پر
قفس ہوا ہے حال اور آشیانہ حرام!
خودی کی موت سے پیر حرم ہوا مجبور
کہ بیچ کھائے مسلمان کا جامسہ احرام!

مہمان عزیز

پڑ ہے افکار سے ان مدرسے والوں کا ضمیر
خوب و ناخوب کی اس دور میں ہے کس کو تمیز!
چاہیے خانہ دل کی کوئی منزل خالی
شاید آجائے کبیں سے کوئی مہمان عزیز

عصر حاضر

پختہ افکار کہاں ڈھونڈنے جائے کوئی
اس زمانے کی ہوا رکھتی ہے بر چیز کو خام

مدرسہ عقل کو آزاد تو کرتا ہے مگر
چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام
مردہ ، لا دینی افکار سے افرنگ میں عشق
عقل بے ربطی افکار سے مشرق میں غلام!

طالب علم

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں!

امتحان

کہا پہاڑ کی ندی نے سنگ ریزے سے
فتادگی و سرا فگندگی تری معراج!

ترا یہ حال کہ پامال و درد مند ہے تو
مری یہ شان کہ دریا بھی ہے مرا محتاج
جہاں میں تو کسی دیوار سے نہ نکل ریا
کے خبر کہ تو ہے سنگ خارہ یا کہ رُجان!

مدرسہ

عصر حاضر ملک الموت ہے تیرا ، جس نے
قبض کی روح تری دے کے تجھے فکرِ معاش
دل لرزتا ہے حریفانہ کشاکش سے ترا
زندگی موت ہے کھو دیتی ہے جب ذوق خراش
اس بجou سے تجھے تعلیم نے بیگانہ کیا
جو یہ کہتا تھا خرد سے کہ بہانے نہ تراش
فیض فطرت نے تجھے دیدہ شاہین بخشنا
جس میں رکھ دی ہے غلامی نے نگاہِ نشاشی

مدرسے نے تری آنکھوں سے چھپایا جن کو
خلوتِ کوہ و بیابان میں وہ اسرار ہیں فاش

حکیمِ نظر

حریفِ نکتہ توحید ہو سکا نہ حکیم
نگاہ چاہیے اسرارِ دُلَا اللہ کے لیے
خدنگ سینہ گردوں ہے اس کا فکرِ بلند
کمند اس کا تجھیل ہے مہرو مہ کے لیے
اگرچہ پاک ہے طینت میں راہبی اس کی
ترس رہی ہے مگر لذتِ گنة کے لیے

اساتذہ

مقصد ہو اگر تربیتِ اعلیٰ بدخشاں
بے سود ہے بھکلے ہوئے خورشید کا پر تو

دنیا ہے روایات کے پھندوں میں گرفتار
کیا مدرسہ ، کیا مدرسے والوں کی تگ و دوا!
کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو!

غزل

ملے گا منزل مقصود کا اُسی کو سراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ
میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندہ خر کے لیے جہاں میں فراغ
فروغ مغربیاں خیرہ کر رہا ہے تجھے
تری نظر کا نگہداں ہو صاحب 'مازاغ'
وہ بزم عیش ہے مہماں یک نفس دو نفس
چمک رہے ہیں مثال ستارہ جس کے ایاغ

کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کور ذوق اتنا
صبا سے بھی نہ ملا تجھ کو بوئے گل کا سراغ!

دین و تعلیم

مجھ کو معلوم ہیں پیران حرم کے انداز
ہو نہ اخلاص تو دعوئے نظر لاف و گزارف
اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مرمت کے خلاف
اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف
فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

جاوید سے

(۱)

غارتِ گر دیں ہے یہ زمانہ ہے اس کی نہاد کافرانہ
دربارِ شہنشہی سے خوشنہ مردانِ خدا کا آستانہ
لیکن یہ دوسرے ساحری ہے انداز ہیں سب کے جاؤانہ
سرپشمند زندگی ہوا خشک باقی ہے کہاں مئے شبانہ
خالی ان سے ہوا دبتاں تھی جن کی نگاہ تازیانہ
جس گھر کا مگر چراغ ہے تو ہے اس کا مذاق عارفانہ
جو ہر میں ہو 'الا اللہ' تو کیا خوف تعلیم ہو گو فرنگیانہ
شاخ گل پر چمک ولیکن کر اپنی خودی میں آشیانہ
وہ بحر ہے آدمی کہ جس کا ہر قطرہ ہے بحر بکرانہ
دہقان اگر نہ ہوتا آسائ ہر دانہ ہے صد ہزار دانہ
”غافل منشیں نہ وقتِ بازی سست وقتِ ہنراست و کارسازی سست“

(۲)

سینے میں اگر نہ ہو دل گرم رہ جاتی ہے زندگی میں خامی
 خچیر اگر ہو زیرک و چست آتی نہیں کام کہنہ دامی
 ہے آب حیات اسی جہاں میں شرط اس کے لیے ہے تشنہ کامی
 غیرت ہے طریقتِ حقیقی اے جان پدر! نہیں ہے ممکن
 شاہیں سے تدرو کی غلامی نایاب نہیں متاع گفتار
 صد انوری و ہزار جامی! ہے میری بساط کیا جہاں میں
 بس ایک فغان زیرِ باعی میں پشمِ جہاں میں ہوں گرامی
 میراث نہیں بلند نامی اک صدق مقاول ہے کہ جس سے
 فرماتے ہیں حضرتِ نظامی اللہ کی دین ہے، جسے دے
 فرزندی من نداردت سود ”جاے کہ بزرگ باید ت بود“

(۳)

مومن پگراں ہیں یہ شب و روز	دین و دولت ، قمار بازی!
ناپید ہے بندہ عمل مست	باتی ہے فقط نفس درازی
ہمت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر	جس فقر کی اصل ہے حجازی
اس فقر سے آدمی میں پیدا	اللہ کی شان بے نیازی
گنجشک و حمام کے لیے موت	بے اس کا مقام شاہبازی
روشن اس سے خرد کی آنکھیں	بے سرمہ بعلی و رازی
حاصل اس کا شکوہ محمود	فطرت میں اگر نہ ہو ایازی
تیری دنیا کا یہ سرافیل	رکھتا نہیں ذوق نے نوازی
ہے اس کی نگاہ عالم آشوب	درپرداہ تمام کارسازی
یہ فقر غیور جس نے پایا	بے شق و شناش ہے مرد غازی
مومن کی اسی میں ہے امیری	اللہ سے مانگ یہ فقیری

عورت

مرد فرنگ

ہزار بار حکیموں نے اس کو سمجھایا
مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

ایک سوال

کوئی پوچھئے حکیم یورپ سے
ہند و یونان ہیں جس کے حلقة گوش

کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مرد بے کار و زن تھی آغوش!

پردوہ

بہت رنگ بدلتے سپر بریں نے
خدا یا یہ دنیا جہاں تھی ، وہیں ہے
تفاوت نہ دیکھا زن و شو میں میں نے
وہ خلوت نشیں ہے ، یہ خلوت نشیں ہے
ابھی تک ہے پردے میں اولاد آدم
کسی کی خودی آشکارا نہیں ہے

خلوت

رسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے
روشن ہے نگہ ، آئندہ دل ہے مکدر

بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدود سے
ہو جاتے ہیں افکار پر اگنہ و اتر
آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے
وہ قطرہ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر
خلوت میں خودی ہوتی ہے خودگیر ، و لیکن
خلوت نہیں اب دیر و حرم میں بھی میسر!

عورت

وجودِ زن سے ہے تصورِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں
شرف میں بڑھ کے شریا سے مشت خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی درج کا در مکنون
مکالمات فلاطون نہ لکھ سکی ، لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطون

آزادی نسوان

اس بحث کا کچھ فصلہ میں کر نہیں سکتا
گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے ، وہ قند
کیا فائدہ ، کچھ کہہ کے بنوں اور بھی معتوب
پہلے ہی خنا مجھ سے ہیں تہذیب کے فرزند
اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش
محجور ہیں ، معدور ہیں ، مردان خرد مند
کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ
آزادی نسوان کہ زمزد کا گلو بندا!

عورت کی حفاظت

اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور
کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد

نے پرده ، نہ تعلیم ، نہی ہو کہ پرانی
نسوانیت زن کا نگہداں ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

عورت اور تعلیم

تہذیب فرنگی ہے اگر مرگِ اموات
ہے حضرت انس کے لیے اس کا شر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نا زن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسہ زن
ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت

عورت

جوہر مرد عیاں ہوتا ہے بے مقت غیر
غیر کے ہاتھ میں ہے جوہر عورت کی نمود
راز ہے اس کے تپ غم کا یہی نکتہ شوق
آتشیں ، لدتِ تخلیق سے ہے اس کا وجود
کھلتے جاتے ہیں اسی آگ سے اسرارِ حیات
گرم اسی آگ سے ہے معركہ بود و نبود
میں بھی مظلومی نسوں سے ہوں غم ناک بہت
نہیں ممکن مگر اس عقدہ مشکل کی کشودا!

ادبیات
(فنون لطیفه)

دین و ہنر

سرود و شعر و سیاست ، کتاب و دین و ہنر
گھر ہیں ان کی گرد میں تمام یک دانہ
ضمیر بندہ خاکی سے ہے نمود ان کی
بلند تر ہے ستاروں سے ان کا کاشانہ
اگر خودی کی حفاظت کریں تو عین حیات
نہ کر سکیں تو سراپا فسون و افسانہ
ہوئی ہے زیرِ فلک اُمتوں کی رسائی
خودی سے جب ادب و دیں ہوئے ہیں بیگانہ

تخلیق

جہاں تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا
خودی میں ذوبنے والوں کے عزم و ہمت نے
اس آبجو سے کیے بھر بے کراں پیدا
وہی زمانے کی گردش پر غالب آتا ہے
جو ہر نفس سے کرے عمر جاؤ داں پیدا
خودی کی موت سے مشرق کی سر زمینوں میں
ہوا نہ کوئی خدائی کا راز داں پیدا
ہوائے دشت سے بوئے رفاقت آتی ہے
عجب نہیں ہے کہ ہوں میرے ہم عنان پیدا

بُجُون

زجاج گر کی دکان شاعری و ملائی
ستم ہے ، خوار پھرے دشت و در میں دیوانہ!
کے خبر کہ بُجُون میں کمال اور بھی ہیں
کریں اگر اسے کوہ و کمر سے بیگانہ
ہجوم مدرسہ بھی سازگار ہے اس کو
کہ اس کے واسطے لازم نہیں ہے ویرانہ

اپنے شعر سے

ہے گلہ مجھ کو تری لذت پیدائی کا
تو ہوا فاش تو ہیں اب مرے اسرار بھی فاش
شعلے سے ٹوٹ کے مثل شر آوارہ نہ رہ
کر کسی سینہ پر سوز میں خلوت کی تلاش!

پیرس کی مسجد

مری نگاہِ کمال ہنر کو کیا دیکھے
 کہ حق سے یہ حرمِ مغربی ہے بیگانہ
 حرم نہیں ہے ، فرنگی کرشمہ بازوں نے
 تنِ حرم میں پچھا دی ہے روح بت خانہ
 یہ بُت کدہ انھی نارت گروں کی ہے تعمیر
 دمشق ہاتھ سے جن کے ہوا ہے ویرانہ

ادبیات

عشق اب پیروی عقل خدا داد کرے
 آبرو کوچہ جاناں میں نہ برہاد کرے
 کہنہ پیکر میں نہی روح کو آباد کرے
 یا گھن روح کو تقیید سے آزاد کرے

نگاہ ☆

بہار و قافلہ لالہ ہائے صحرائی
 شباب و مسی و ذوق و سرود و رعنائی!
 اندھیری رات میں یہ چشمکیں ستاروں کی
 یہ بحر ، یہ فلک نیگوں کی پہنانی!
 سفر عروس قمر کا عماری شب میں
 طلوع مہر و سکوت سپر بینائی!
 نگاہ ہو تو بہائے نظارہ کچھ بھی نہیں
 کہ بیچتی نہیں فطرت جمال و زیبائی!

☆: بیاض منزل (دولت گدھ سر راس مسعود) بھول میں لکھے گئے

مسجد قوت الاسلام

بے مرے سینہ بے نور میں اب کیا باقی
’لَا إِلَهَ إِلا هُوَ افْرَدٌ وَّ بَيْتُ ذوقِ نَمَوْذَجِ
چشم فطرت بھی نہ پچان سکے گی مجھ کو
کہ ایازی سے دُگرگوں ہے مقامِ محمود
کیوں مسلمان نہ خجل ہو تری علیقی سے
کہ غلامی سے ہوا مثلِ زجاج اس کا وجود
ہے تری شان کے شایاں اسی مومن کی نماز
جس کی علیقی میں ہو معركہ بود و نبود
اب کہاں میرے نفس میں وہ حرارت ، وہ گداز
بے تب و تاب دروں میری صلوٰۃ اور درود
ہے مری بانگ اذان میں نہ بلندی ، نہ شکوہ
کیا گوارا ہے تجھے ایسے مسلمان کا سچوڈا؟

تیاتر

تری خودی سے ہے روشن ترا حريم وجود
حیات کیا ہے ، اسی کا سور و سوز و ثبات
بلند تر مہ و پویں سے ہے اسی کا مقام
اسی کے نور سے پیدا ہیں تیرے ذات و صفات
حريم تیرا ، خودی غیر کی ! معاذ اللہ
دوبارہ زندہ نہ کر کاروبار لات و منات
یہی کمال ہے تمثیل کا کہ تو نہ رہے
رہا نہ تو تو نہ سوز خودی ، نہ ساز حیات

شاعرِ امید

(۱)

سورج نے دیا اپنی شعاعوں کو یہ پیغام
دنیا ہے عجب چیز ، کبھی صح کبھی شام
مدت سے تم آوارہ ہو پہنائے فضا میں
برہستی ہی چلی جاتی ہے بے مہری یام
نے ریت کے ذرروں پہ چمکنے میں ہے راحت
نے مثل صبا طوف گل و لالہ میں آرام
پھر میرے تخلی کدہ دل میں سما جاؤ
چھوڑو چمنستان و بیلان و در و بام

(۲)

آفاق کے ہر گوشے سے اٹھتی ہیں شعاعیں
 پچھڑے ہوئے خورشید سے ہوتی ہیں ہم آغوش
 اک شور ہے ، مغرب میں آجالا نہیں ممکن
 افرنگ مشینوں کے دھویں سے ہے یہ پوش
 مشرق نہیں گو لذتِ نظارہ سے محروم
 لیکن صفتِ عالم لاہوت ہے خاموش
 پھر ہم کو اسی سینکڑ روشن میں چھپا لے
 اے میر جہاں تاب ! نہ کر ہم کو فراموش

(۳)

اک شوخ کرن ، شوخ مثالِ گلہِ نحور
 آرام سے فارغ ، صفتِ جوہر سیما ب
 بولی کہ مجھے رخصتِ تنوری عطا ہو
 جب تک نہ ہو مشرق کا ہر اک ذرہ جہاں تاب

چھوڑوں گی نہ میں ہند کی تاریک فضا کو
جب تک نہ اٹھیں خواب سے مردانِ گراں خواب
خاور کی امیدوں کا یہی خاک ہے مرکز
اقبال کے اشکوں سے یہی خاک ہے سیراب
پشمِ مہ و پرویں ہے اسی خاک سے روشن
یہ خاک کہ ہے جس کا خزف ریزہ ڈرنا ب
اس خاک سے اتنے ہیں وہ غواصِ معانی
جن کے لیے ہر بحر پر آشوب ہے پایا ب
جس ساز کے نغموں سے حرارتِ تھی دلوں میں
محفل کا وہی ساز ہے بیگانہِ مضراب
بت خانے کے دروازے پر سوتا ہے برہمن
تقدیر کو روتا ہے مسلمان تھے محراب
مشرق سے ہو بیزار ، نہ مغرب سے خذر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کرا

امید☆

مقابلہ تو زمانے کا خوب کرتا ہوں
 اگرچہ میں نہ سپاہی ہوں نے امیر جنود
 مجھے خبر نہیں یہ شاعری ہے یا کچھ اور
 عطا ہوا ہے مجھے ذکر و فکر و جذب و سروود
 جیسیں بندۂ حق میں نہیں ہے جس کی
 اسی جلال سے لبریز ہے ضمیر وجود
 یہ کافری تو نہیں ، کافری سے کم بھی نہیں
 کہ مرد حق ہو گرفتار حاضر و موجود
 غمیں نہ ہو کہ بہت دُور ہیں ابھی باقی
 نئے ستاروں سے خالی نہیں سپر کبود

نگاہِ شوق

یہ کائنات چھپاتی نہیں ضمیر اپنا
کہ ذرے ذرے میں ہے ذوق آشکارائی
کچھ اور ہی نظر آتا ہے کاروبار جہاں
نگاہِ شوق اگر ہو شریک بینائی
اسی نگاہ سے معلوم قوم کے فرزند
ہوئے جہاں میں سزاوار کار فرمائی
اسی نگاہ میں ہے تاہری و جباری
اسی نگاہ میں ہے طبری و رعنائی
اسی نگاہ سے ہر ذرے کو ، بکون میرا
سکھا رہا ہے رہ و رسم دشت پیائی
نگاہِ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو
ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوانی

اہل ہنر سے

مہر و مہ و مشتری ، چند نفس کا فروغ
عشق سے ہے پاندار تیری خودی کا وجود
تیرے حرم کا ضمیر اسود و احر سے پاک
نگ ہے تیرے لیے سرخ و سپید و کبود
تیری خودی کا غیاب معركہ ذکر و فکر
تیری خودی کا حضور عالم شعر و سرود
روح اگر ہے تری رنج غلامی سے زار
تیرے ہنر کا جہاں دیر و طواف و بجود
اور اگر باخبر اپنی شرافت سے ہو
تیری پہ انس و جن ، تو ہے امیر بجودا

غزل

دریا میں موتی ، اے موج بے باک
ساحل کی سوگات ! خارو خس و خاک
میرے شر میں بچلی کے جوہر
لیکن نیتاں تیرا ہے نم ناک
تیرا زمانہ ، تاثیر تیری
نا داں ! نہیں یہ تاثیر افلاک
ایسا جوں بھی دیکھا ہے میں نے
جس نے یہ یہی تقدیر کے چاک
کامل وہی ہے رندی کے فن میں
مستی ہے جس کی بے منت تاک
رکھتا ہے اب تک مجھانہ شرق
وہ ہے کہ جس سے روشن ہو اور اک

اہل نظر ہیں یورپ سے نومید
ان امتوں کے باطن نہیں پاک

وجود

اے کہ ہے زیرِ فلک مثل شر تیری نمود
کون سمجھائے تجھے کیا ہیں مقاماتِ وجود!
گر بُنر میں نہیں تعمیر خودی کا جوہر
وائے صورت گری و شاعری و نای و سرودا!
مکتب و مے کدھ جز درسِ نبودن ندھند
بودن آموز کہ ہم باشی و ہم خواہی بود

سرود

آیا کہاں سے نالہ نے میں سرود مے
اصل اس کی نے نواز کا دل ہے کہ چوب نے

دل کیا ہے ، اس کی مستی و قوت کہاں سے ہے
کیوں اس کی اک نگاہ الٰتی ہے تخت کے
کیوں اس کی زندگی سے ہے اقوام میں حیات
کیوں اس کے واردات بدلتے ہیں پے بہ پے
کیا بات ہے کہ صاحبِ دل کی نگاہ میں
چھپتی نہیں ہے سلطنتِ روم و شام و رے
جس روز دل کی رمزِ معقشی سمجھ گیا
سمجو تمام مرحلہ ہائے ہنر ہیں طے

نسیم و شبِ نعم

نسیم

انجم کی فضا تک نہ ہوئی میری رسائی
کرتی رہی میں پیر ہن لالہ و گل چاک

مجور ہوئی جاتی ہوں میں ترک وطن پر
بے ذوق ہیں بلبل کی نوا ہائے طرب ناک
دونوں سے کیا ہے تجھے اتقیدیر نے محرم
ناک چن اچھی کہ سرا پرداہ افلاک!

شبِ نم

کھینچیں نہ اگر تجھ کو چن کے خس و خاشاک
گاشن بھی ہے اک بزر سرا پرداہ افلاک

اہرام مصر

اس دشتِ جگر تاب کی خاموش فضا میں
فطرت نے فقط ریت کے نیلے کیے تعمیر
اہرام کی عظمت سے نگوں سار ہیں افلاک
کس ہاتھ نے کھینچی ابدیت کی یہ تصویرا

فطرت کی غلامی سے کر آزاد بُنر کو
صیاد ہیں مردان بُنر مند کہ تجیر !

مخلوقات بُنر

ہے یہ فردوسِ نظرِ ابل بُنر کی تعمیر
فاش ہے چشمِ تماشا پہ نہاں خانہِ ذات
نہ خودی ہے ، نہ جہانِ سحر و شام کے دور
زندگانی کی حریقانہ کشاکش سے نجات
آہ ، وہ کافر بیچارہ کہ ہیں اس کے صنم
عصرِ رفتہ کے وہی ٹوٹے ہوئے لات و منات!
تو ہے میت ، یہ بُنر تیرے جنازے کا امام
نظر آئی جسے مرقد کے شبستان میں حیات!

اقبال

فردوس میں روئی سے یہ کہتا تھا سنگی
مشرق میں ابھی تک ہے وہی کامہ وہی آش
حلاج کی لیکن یہ روایت ہے کہ آخر
اک مرد قلندر نے کیا رازِ خودی فاش!

فون اطیفہ

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے ، وہ نظر کیا
متضود ہنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شر کیا
جس سے دل دریا مبتلاطم نہیں ہوتا
اے قطرہ نیساں وہ صدف کیا ، وہ گھبر کیا

شاعر کی نوا ہو کہ معنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ باد سحر کیا
بے مجرہ دنیا میں ابھرتی نہیں تو میں
جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ بئر کیا!

صحیح چمن

پھول

شاید تو صححتی تھی وطن دور ہے میرا
اے قاصدِ افلاک! نہیں ، دور نہیں ہے

شبہم

ہوتا ہے مگر محنت پرواز سے روشن
یہ نکتہ کہ گردوں سے زمیں دور نہیں ہے

صحیح

مانند سحرِ صحنِ گلستان میں قدم رکھ
 آئے تھے پا گوہر شبنم تو نہ خوٹے
 ہو کوہ و بیباں سے ہم آغوش ، و لیکن
 ہاتھوں سے ترے دامنِ افلاک نہ پچھوٹے!

خاقانی

وہ صادب 'تحفۃ الاراثین'، اربابِ نظر کا قرآنِ العین
 ہے پرده شگاف اس کا اور اک پر دے ہیں تمام پاک درچاک
 خاموش ہے عالمِ معانی کہتا نہیں حرف 'لن ترانی'!
 پوچھا اس سے یہ خاک داں ہے کیا چیز ہنگامہ این و آس ہے کیا چیز
 وہ محروم عالمِ مكافات اک بات میں کہہ گیا ہے سوبات
 "خود بوے چنیں جہاں تو اس برد کا بلیس بماند و بوالبشر مردا!"

روی

غلط گنگر ہے تری پشم نیم باز اب تک
ترا وجود ترے واسطے ہے راز اب تک
ترا نیاز نہیں آشائے ناز اب تک
کہ ہے قیام سے خالی تری نماز اب تک
گستہ تار ہے تیری خودی کا ساز اب تک
کہ تو ہے نغمہ روی سے بے نیاز اب تک!

چدّت

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
افلاک متور ہوں ترے نور سحر سے
خورشید کرے کب ضیا تیرے شر سے
ظاہر تری تقدیر ہو سیماۓ قمر سے

دریا متناطم ہوں تری موج ٹھبر سے
شرمندہ ہو فطرت ترے اعجاز ہنر سے
اغیار کے افکار و تخيیل کی گدائی!
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی؟

مرزا بیدآل

ہے حقیقت یا مری چشم غلط میں کا فساد
یہ زمیں، یہ دشت، یہ کہسار، یہ چینخ کبود
کوئی کہتا ہے نہیں ہے، کوئی کہتا ہے کہ ہے
کیا خبر، ہے یا نہیں ہے تیری دنیا کا وجود!
مرزا بیدآل نے کس خوبی سے کھولی یہ گرہ
اہل حکمت پر بہت مشکل رہی جس کی کشودا!
”دل اگر میداشت وسعت بے نشاں بود ایں چمن
رنگ مے بیرون نشدت از بکھہ بینا تنگ بود“

جلال و جمال

مرے لیے بے فقط زور حیدری کافی
ترے نصیب فلاطون کی تیزی اور اک
مری نظر میں یہی ہے جمال و زیبائی
کہ سر بجده ہیں قوت کے سامنے افلاک
نہ ہو جلال تو حسن و جمال بے تاثیر
زرا نفس ہے اگر نغمہ ہو نہ آتش ناک
مجھے سزا کے لیے بھی نہیں قبول وہ آگ
کہ جس کا شعلہ نہ ہو تندر و سرکش و بے باک!

مصور

کس درجہ یہاں عام ہوئی مرگِ تخیل
ہندی بھی فرنگی کا مقلد ، عجمی بھی !

مجھ کو تو یہی غم ہے کہ اس دور کے بہزاد
کھو بیٹھے ہیں مشرق کا سرور ازلي بھی
معلوم ہیں اے مرد ہنر تیرے کمالات
صنعت تجھے آتی ہے پرانی بھی ، نئی بھی
فطرت کو دکھایا بھی ہے ، دیکھا بھی ہے تو نے
آئینہ فطرت میں دکھا اپنی خودی بھی!

سرودِ حال

کھل تو جاتا ہے معنی کے بم و زیر سے دل
نہ رہا زندہ و پاکنده تو کیا دل کی کشو!

ہے ابھی سینہ افلک میں پہاں وہ نوا
جس کی گرمی سے پکھل جائے ستاروں کا وجود

جس کی تاثیر سے آدم ہو غم و خوف سے پاک
اور پیدا ہو ایازی سے مقام محمود

مہ و انجمن کا یہ حیرت کدھ باقی نہ رہے
تو رہے اور ترا زمزمه لا موجود
جس کو مشرع سمجھتے ہیں فقیہان خودی
 منتظر ہے کسی مطلب کا ابھی تک وہ سرودا!

سرودِ حرام

نہ میرے ذکر میں ہے صوفیوں کا سوز و نُسرور
نہ میرا فکر ہے پیانہ ثواب و عذاب
خدا کرے کہ اسے اتفاق ہو مجھ سے
فقیہ شہر کہ ہے محرم حدیث و کتاب
اگر نوا میں ہے پوشیدہ موت کا پیغام
حرام میری نگاہوں میں ناے و چنگ و رباب!

فوارہ

یہ آنکھ کی روانی ، یہ ہمکناری خاک
 مری نگاہ میں ناخوب ہے یہ نظارہ
 ادھر نہ دیکھے ، ادھر دیکھے اے جوان عزیز
 بلند زورِ درُوں سے ہوا ہے فوارہ

شاعر

مشرق کے نیتائ میں ہے محتاجِ نفس نے
 شاعر ! ترے بینے میں نفس ہے کہ نہیں ہے
 تاثیرِ غلامی سے خودی جس کی ہوئی نرم
 آچھی نہیں اس قوم کے حق میں عجمی لے
 شیشے کی صراحی ہو کہ مٹی کا سبو ہو
 شمشیر کی مانند ہو تیزی میں تری لے

ایسی کوئی دنیا نہیں افلاک کے نیچے
بے معركہ ہاتھ آئے جہاں تختِ جم و کے
ہر لحظہ نیا طور ، نی برق تجھی
اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے!

شعر عجم

ہے شعر عجم گرچہ طرب ناک و دل آویز
اس شعر سے ہوتی نہیں شمشیر خودی تیز
افردوں اگر اس کی نوا سے ہو گلتاں
بہتر ہے کہ خاموش رہے مرغ سحر خیز
وہ ضرب اگر کوہ شکن بھی ہو تو کیا ہے
جس سے مترزال نہ ہوئی دولت پرویز
اقبال یہ ہے خارہ تراشی کا زمانہ
از ہر چہ باکینہ نمایند ہے پہیز

ہُنر و رانِ ہند

عشق و مستی کا جنازہ ہے تجھیں ان کا
ان کے اندیشہ تاریک میں قوموں کے مزار
موت کی نقش گری ان کے صنم خانوں میں
زندگی سے ہُنر ان برہمنوں کا بیزار
چشم آدم سے پچھاتے ہیں مقاماتِ بلند
کرتے ہیں روح کو خوابیدہ ، بدن کو بیدار
ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ ! بیچاروں کے اعصاب پر عورت ہے سوار!

مرد بزرگ

اس کی نفرت بھی عمیق ، اس کی محبت بھی عمیق
قہر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پہ شفیق
پورش پاتا ہے تقلید کی تاریکی میں
ہے مگر اس کی طبیعت کا تقاضا تخلیق
ابھمن میں بھی میر رہی خلوت اس کو
شمع محفل کی طرح سب سے جدا ، سب کا رفق
مثیل خورشیدِ حر فکر کی تابانی میں
بات میں سادہ و آزادہ، معانی میں دقيق
اس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا
اس کے احوال سے محروم نہیں پیران طریق

عالمِ نو

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیر اتفدیر
 خواب میں دیکھتا ہے عالمِ نو کی تصویر
 اور جب بانگِ اذان کرتی ہے بیدار اُسے
 کرتا ہے خواب میں دیکھی ہوئی دنیا تعمیر
 بدن اس تازہ جہاں کا ہے اُسی کی کفِ خاک
 روح اس تازہ جہاں کی ہے اُسی کی تکمیر

ایجاد معانی

ہر چند کہ ایجاد معانی ہے خدا داد
 کوشش سے کہاں مرد بُنر مند ہے آزادا
 خونِ رُگِ معمار کی گرمی سے ہے تعمیر
 میخانہ حافظ ہو کہ بخانہ بہزاد

بے محنت پیغم کوئی جو ہر نہیں کھلتا
روشن شرور تیشہ سے ہے خاتہ فربادا!

موسیقی

وہ نغمہ سردیِ خونِ غزل سرا کی دلیل
کہ جس کو سن کے ترا چہرہ تاب ناک نہیں
نوایا کو کرتا ہے موجِ نفس سے زہر آلود
وہ نے نواز کہ جس کا ضمیر پاک نہیں
پھرا میں مشرق و مغرب کے لالہ زاروں میں
کسی چمن میں گریبانِ لالہ چاک نہیں

ذوقِ نظر

خودی بلند تھی اس خونِ گرفتہ چینی کی
کہا غریب نے جلاود سے دم تعزیری

خہر خہر کہ بہت دل کشا ہے یہ منظر
ذرا میں دیکھ تو لوں تاں ناکی شمشیر!

شعر

میں شعر کے اسرار سے محرم نہیں لیکن
یہ نکتہ ہے ، تاریخِ امم جس کی پے تفصیل
وہ شعر کہ پیغامِ حیاتِ ابدی ہے
یا نغمہ جبریل ہے یا بانگِ سرافیل!

رقص و موسیقی

شعر سے روشن ہے جانِ جبریل و اہمن
رقص و موسیقی سے ہے سوز و سرورِ انجمیں
فاش یوں کرتا ہے اک چینی حکیم اسرارِ فن
شعر گویا روحِ موسیقی ہے ، رقص اس کا بدن!

ضبط

طريقِ اہلِ دنیا ہے گلہ شکوہ زمانے کا
نہیں ہے رخم کھا کر آہ کرنا شانِ درویشی
یہ نکتہ پیر دانا نے مجھے خلوت میں سمجھایا
کہ ہے ضبطِ فغاں شیری ، فغاں روپاہی و میشی!

رقص

چھوڑ یورپ کے لیے رقصِ بدن کے خم و چیج
روح کے رقص میں ہے ضربِ کلیمِ الائی!
صلہ اس رقص کا ہے تکنگی کام و دہن
صلہ اس رقص کا درویشی و شاہنشاہی!

سیاست
شرق و مغرب

اشتراكیت

قوموں کی روشن سے مجھے ہوتا ہے یہ معلوم
بے سود نہیں روس کی یہ گری رفتار
اندیشہ ہوا شوئی افکار پہ مجبور
فرسودہ طریقوں سے زمانہ ہوا بیزار
انسان کی ہوس نے جنہیں رکھا تھا چھپا کر
کھلتے نظر آتے ہیں بدرجہ وہ اسرار
قرآن میں ہو خوطہ زن اے مرد مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار
جو حرف 'قُلِ الْغَفُورُ' میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار!

کارل مارکس کی آواز

یہ علم و حکمت کی مہرہ بازی ، یہ بحث و تکرار کی نمائش
نہیں ہے دنیا کو اب گوارا پانے افکار کی نمائش
تری کتابوں میں اے حکیم معاش رکھا ہی کیا ہے آخر
خطوطِ خم دار کی نمائش ، مریز و کج دار کی نمائش
جهانِ مغرب کے بت کدوں میں ، کلیسیاؤں میں ، مدرسون میں
ہوس کی خون ریزیاں چھپاتی ہے عقلِ عتیار کی نمائش

انقلاب

نہ ایشیا میں نہ یورپ میں سوز و سازِ حیات
خودی کی موت ہے یہ ، اور وہ ضمیر کی موت
دلوں میں ولولہ انقلاب ہے پیدا
قریب آگئی شاید جہان پیر کی موت!

خوشامد

میں کار جہاں سے نہیں آگاہ ، ویکن
ارباب نظر سے نہیں پوشیدہ کوئی راز
کر تو بھی حکومت کے وزیروں کی خوشامد
دستور نیا ، اور نئے دور کا آغاز
معلوم نہیں ، ہے یہ خوشامد کہ حقیقت
کہہ دے کوئی آتو کو اگر رات کا شہزاد!

مناصب

ہوا ہے بندہ مومن فسونی افرنگ
اسی سب سے قلندر کی آنکھ ہے نم ناک
ترے بلند مناصب کی خیر ہو یارب
کہ ان کے واسطے تو نے کیا خودی کو ہلاک

مگر یہ بات پھپائے سے پھپ نہیں سکتی
سمجھ گئی ہے اسے ہر طبیعت چالاک
شریک حکم غلاموں کو کر نہیں سکتے
خریدتے ہیں فقط ان کا جوہر ادراک!

یورپ اور یہود

یہ عیش فراواں ، یہ حکومت ، یہ تجارت
دل سینہ بے نور میں محروم تسلی
تاریک ہے افرنگ مشینوں کے دھویں سے
یہ وادی ایمن نہیں شایان تجھی
ہے نزع کی حالت میں یہ تہذیب جواں مرگ
شاید ہوں لکیسا کے یہودی متواتی!

نفیات غلامی

شاعر بھی ہیں پیدا ، علماء بھی ، حکماء بھی
خالی نہیں قوموں کی غلامی کا زمانہ
مقصد ہے ان اللہ کے بندوں کا مگر ایک
ہر ایک ہے گو شرح معانی میں یگانہ
بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دیں رم آہو
باتی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ
کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند
تاویل مسائل کو بناتے ہیں بہانہ

بلشویک روس

روش قضاۓ الٰی کی ہے عجیب و غریب
خبر نہیں کہ ضمیر جہاں میں ہے کیا بات
ہوئے ہیں کسر چلپا کے واسطے مامور
وہی کہ حفظ چلپا کو جانتے تھے نجات
یہ وجی دہریتِ روس پر ہوئی نازل
کہ توڑ ڈال کلیساں یوں کے لات و منات!

آج اور کل

وہ کل کے غم و عیش پر کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج خود افروز و جگر سوز نہیں ہے
وہ قوم نہیں لائق ہنگمہ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے!

مشرق

مری نوا سے گریبان لالہ چاک ہوا
نیم صبح ، چن کی تلاش میں ہے ابھی
نہ مصطفی نہ رضا شاہ میں نمود اس کی
کہ روح شرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی
مری خودی بھی سزا کی ہے مستحق لیکن
زمانہ دارو رسن کی تلاش میں ہے ابھی

سیاست افرنگ

تری حریف ہے یارب سیاست افرنگ
مگر ہیں اس کے پچاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس!

خواجی

دُورِ حاضر ہے حقیقت میں وہی عبد قدیم
اہل تجداد ہیں یا اہل سیاست ہیں امام
اس میں پیری کی کرامت ہے نہ میری کا ہے زور
سینکڑوں صدیوں سے خوگر ہیں غلامی کے عوام
خواجی میں کوئی مشکل نہیں رہتی باقی
پختہ ہو جاتے ہیں جب خونے غلامی میں غلام!

غلاموں کے لیے

حکمت مشرق و مغرب نے سکھایا ہے مجھے
ایک نکتہ کہ غلاموں کے لیے ہے اکیر
دین ہو ، فلسفہ ہو ، فقر ہو ، سلطانی ہو
ہوتے ہیں پختہ عقائد کی بنا پر تغیر

حرف اس قوم کا بے سوز ، عمل زار و زیوں
ہو گیا پختہ عقائد سے تھی جس کا ضمیر!

اہل مصر سے

خود ابوالہول نے یہ نکتہ سکھایا مجھ کو
وہ ابوالہول کہ بے صاحب اسرار قدیم
دفعۂ جس سے بدل جاتی ہے تقدیرِ اُمم
ہے وہ قوت کہ حریف اس کی نہیں عقلِ حکیم
ہر زمانے میں دُگر گوں ہے طبیعت اس کی
کبھی شمشیرِ محمد ہے ، کبھی چوب کلینم!

ابی سینیا

(۱۸ اگست ۱۹۳۵ء)

یورپ کے کرگوں کو نہیں ہے ابھی خبر
ہے کتنی زہر ناک ابی سینیا کی لاش
ہونے کو ہے یہ مردہ دیرینہ قاش قاش!
تہذیب کا کمال شرافت کا ہے زوال
غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی معاش
ہر گرگ کو ہے جو مقصوم کی تلاش!
اے وائے آبروئے کلیسا کا آئندہ
روما نے کر دیا سر بازار پاش پاش
پیر کلیسا ! یہ حقیقت ہے دخراش!

اپلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام ☆

لا کر برہمنوں کو سیاست کے چیز میں
زُناریوں کو دیر ٹھن سے نکال دو
وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تحریفات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو
اہل حرم سے ان کی روایات چھین لو
آہو کو مرغزار خشن سے نکال دو

اقبال کے نفس سے ہے لالے کی آگ نیز
ایسے غزل سرا کو چمن سے نکال دو!

☆: بھوپال (شیش محل) میں لکھے گئے

جمعیتِ اقوامِ مشرق ☆

پانی بھی محرّم ہے ، ہوا بھی ہے محرّم
کیا ہو جو نگاہِ فلک پیر بدل جائے
دیکھا ہے ملوکیتِ افرنگ نے جو خواب
ممکن ہے کہ اس خواب کی تعبیر بدل جائے
طہران ہو گر عالمِ مشرق کا جینوا
شاید کرہ ارض کی تقدیر بدل جائے!

☆: بھوپال (شیش محل) میں لکھے گئے

سلطانی جاوید

غواص تو فطرت نے بنایا ہے مجھے بھی
 لیکن مجھے ائماق سیاست سے ہے پہیز
 فطرت کو گوارا نہیں سلطانی جاوید
 ہر چند کہ یہ شعبدہ بازی ہے دل آویز
 فرہاد کی خارا شکنی زندہ ہے اب تک
 باقی نہیں دنیا میں ملوکیت پرویزا!

جمهوریت

اس راز کو اک مرد☆ فرنگی نے کیا فاش
 ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے

جمهوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں ، تو لا نہیں کرتے!

یورپ اور سوریا

فرنگیوں کو عطا خاک سوریا نے کیا
نبی عفت و غم خواری و کم آزاری
صلہ فرنگ سے آیا ہے سوریا کے لیے
ئے و قمار و ہجوم زنان بazarی!

مولینی☆

(اپنے مشرقی اور مغربی حریفوں سے)

کیا زمانے سے نرالا ہے مولینی کا جرم!
بے محل بگزا ہے معصومانِ یورپ کا مزان

میں پھکلتا ہوں تو چھلنی کو برا لگتا ہے کیوں
ہیں سبھی تہذیب کے اوزار ! تو چھلنی ، میں چھاج
میرے سودائے ملوکیت کو ٹھکراتے ہو تم
تم نے کیا توڑے نہیں کمزور قوموں کے زجاج؟
یہ عجائب شعبدے کس کی ملوکیت کے ہیں
راجدھانی ہے ، مگر باقی نہ راجا ہے نہ راج
آل سینزر چوب نے کی آبیاری میں رہے
اور تم دنیا کے بخیر بھی نہ چھوڑو بے خراج!
تم نے لوئے بے نوا صحراء نشینوں کے خیام
تم نے لوئی کشتِ دہقاں ، تم نے لوئے تخت و تاج
پرداہ تہذیب میں غارت گری ، آدم گشی
کل روا رکھی تھی تم نے ، میں روا رکھتا ہوں آج!

گلہ

معلوم کے ہند کی تقدیر کے اب تک
بیچارہ کسی تاج کا تابندہ نہیں ہے
دہقاں ہے کسی قبر کا آگلا ہوا مردہ
بوسیدہ کفن جس کا ابھی زیر زمین ہے
جاں بھی گروغیر ، بدن بھی گروغیر
افسوس کہ باقی نہ مکاں ہے نہ نکیں ہے
یورپ کی غلامی پر رضا مند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے ، یورپ سے نہیں ہے!

انتداب

کہاں فرشتہ تہذیب کی ضرورت ہے
نہیں زمانہ حاضر کو اس میں دشواری

جہاں قمار نہیں ، زن سنج لباس نہیں
 جہاں حرام بتاتے ہیں شغل مے خواری
 بدن میں گرچہ ہے اک روح ناٹھیب و عمیق
 طریقہ آب و جد سے نہیں ہے بیزاری
 جسور و زیرک و پردم ہے بچہ بدوسی
 نہیں ہے فیض مکاتب کا چشمہ جاری
 نظروران فرنگی کا ہے یہی فتوی
 وہ سرزیں مدحت سے ہے ابھی عاری!

لا دین سیاست

جو بات حق ہو ، وہ مجھ سے چھپی نہیں رہتی
 خدا نے مجھ کو دیا ہے دل خبیر و بصیر
 مری نگاہ میں ہے یہ سیاست لا دیں
 کنیز اہمک و دوں نہاد و مردہ ضمیر

ہوئی ہے ترک گلیسا سے حاکمی آزاد
فرنگیوں کی سیاست ہے دیو بے زنجیر
متاع غیر پر ہوتی ہے جب نظر اس کی
تو ہیں ہراول اشکر گلیسا کے سفیر!

دام تہذیب

اقبال کو شک اس کی شرافت میں نہیں ہے
ہر ملت مظلوم کا یورپ ہے خریدار
یہ پیر گلیسا کی کرامت ہے کہ اس نے
بجلی کے چراغوں سے منور کیے افکار
جاتا ہے مگر شام و فلسطین پر مرا دل
تدبیر سے کھلتا نہیں یہ عقدہ دشوار
ٹرکان 'جفا پیشہ' کے پنج سے نکل کر
بیچارے ہیں تہذیب کے پھندے میں گرفتار!

نصیحت

اک رُد فرنگی نے کہا اپنے پر سے
منظر وہ طلب کر کہ تری آنکھ نہ ہو سیر
بیچارے کے حق میں ہے یہی سب سے بڑا ظلم
جنے پا اگر فاش کریں قauda شیر
سینے میں رہے رازِ ملوکانہ تو بہتر
کرتے نہیں مخلوم کو تیغوں سے کبھی زیر
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے ، اسے پھیر
تاشیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیرا

ایک بھری قزاق اور سکندر

سکندر

صلہ تیرا تری زنجیر یا شمشیر ہے میری
کہ تیری رہنی سے نگ ہے دریا کی پہنائی!

قزاق

سکندر! حیف، تو اس کو جواں مردی سمجھتا ہے
گوارا اس طرح کرتے ہیں ہم چشمون کی رسوائی؟
ترا پیشہ ہے سفاکی، مرا پیشہ ہے سفاکی
کہ ہم قزاق ہیں دونوں، تو میدانی، میں دریائی!

جمعیت اقوام

بچاری کئی روز سے دم توڑ رہی ہے
 ڈر ہے خبر بد نہ مرے منہ سے نکل جائے
 تقدیر تو مرم نظر آتی ہے ویکن
 پیران کیسا کی دعا یہ ہے کہ ٹل جائے
 ممکن ہے کہ یہ داشتہ پیرک افرنگ
 اپیس کے تعویذ سے کچھ روز سنبھل جائے!

شام و فلسطین

رندان فرانسیس کا بیخانہ سلامت
 پڑ ہے نے گلرنگ سے ہر شیشه حاب کا
 ہے خاکِ فلسطین پہ یہودی کا اگر حق
 ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہل عرب کا

مقصد ہے ملکیت انگلیس کا کچھ اور
قصہ نہیں نارنج کا یا شہد و رطب کا

سیاست پیشوائی

امید کیا ہے سیاست کے پیشواؤں سے
یہ خاک باز ہیں ، رکھتے ہیں خاک سے پوند
ہمیشہ مور و مگس پر نگاہ ہے ان کی
جہاں میں صفت عنکبوت ان کی کمند
خوشا وہ قافلہ ، جس کے امیر کی ہے متاع
تخیل ملکوتی و جذبہ ہائے بلند!

نفیاتِ غلامی

سخت باریک ہیں امراض اُم کے اسہاب
کھول کر کہیے تو کرتا ہے بیان کوتاہی

دین شیری میں غلاموں کے امام اور شیوخ
دیکھتے ہیں فقط اک فلسفہ رُوبائی
ہو اگر قوتِ فرعون کی در پرده مرید
قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللہی!

غلاموں کی نماز

(ترکی و فدری ہلال احرار لاہور میں)

کہا مجہدِ ترکی نے مجھ سے بعد نماز
طويل سجده ہیں کیوں اس قدر تمھارے امام
وہ سادہ مردِ مجہد ، وہ مومن آزاد
خبر نہ تھی اُسے کیا چیز ہے نماز غلام
ہزار کام ہیں مردانِ حُر کو دنیا میں
انھی کے ذوق عمل سے ہیں اُنھوں کے نظام

بدن غلام کا سوزِ عمل سے ہے محروم
کہ ہے مرور غلاموں کے روز و شب پر حرام
طويل سجده اگر ہیں تو کیا تجھت ہے
ورائے سجده غریبوں کو اور کیا ہے کام
خدا نصیب کرے ہند کے اماموں کو
وہ سجده جس میں ہے ملت کی زندگی کا پیام!

فاسطینی عرب سے

زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ
میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے
تری دوا نہ جنیوا میں ہے ، نہ لندن میں
فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے
نا ہے میں نے ، غلامی سے اُحؤں کی نجات
خودی کی پورش و لذت نمود میں ہے!

مشرق و مغرب

یہاں مرض کا سبب ہے غلامی و تلقید
 وہاں مرض کا سبب ہے نظام جمہوری
 نہ مشرق اس سے بُری ہے ، نہ مغرب اس سے بُری
 جہاں میں عام ہے قلب و نظر کی رنجوری

نفیاتِ حاکمی

(اصلاحات)

یہ مُہر ہے بے مہری صیاد کا پردہ
 آئی نہ مرے کام مری تازہ صافیری
 رکھنے لگا مرجھائے ہوئے پھول نفس میں
 شاید کہ اسیروں کو گوارا ہو اسیری!

مُحَرَّبِ
اُفْغَان

کے

افکار

محرابِ گل افغان کے افکار

(۱)

میرے کہتاں! تجھے چھوڑ کے جاؤں کہاں
تیری چٹانوں میں ہے میرے آب و جد کی خاک
روزِ ازل سے ہے تو منزل شاہین و چرغ
لالہ و گل سے تھی، نغمہ بُلبُل سے پاک
تیرے خم و چیخ میں میری بیشت بریں
خاک تری غبریں، آب ترا تاب ناک

باز نہ ہوگا کبھی بندہ کبک و حمام
 حفظِ بدن کے لیے روح کو کردوں ہلاک!
 اے مرے فقرِ غیور! فیصلہ تیرا ہے کیا
 خلعتِ انگریز یا پیرہن چاک چاک!

(۲)

حقیقتِ ازلی ہے رقباتِ اقوام
 نگاہ پیر فلک میں نہ میں عزیز، نہ تو
 خودی میں ذوب، زمانے سے نا امید نہ ہو
 کہ اس کا زخم ہے درپرداہ اہتمام رفو
 رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا
 اُتر گیا جو ترے دل میں لاثریک لئے

(۳)

تری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی
 مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ ٹو بدل جائے
 تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
 عجب نہیں ہے کہ یہ چار سو بدل جائے
 وہی شراب ، وہی ہائے و ہو رہے باقی
 طریق ساقی و رسم کڈو بدل جائے
 تری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
 مری دعا ہے تری آرزو بدل جائے!

(۴)

کیا چرخ کج رو ، کیا مہر ، کیا ماہ
 سب راہرو جیں واماندہ

کڑکا سکندر بھل کی مانند
تجھ کو خبر ہے اے مرگ ناگاہ
نا در نے لوٹی دتی کی دولت
اک ضرب شمشیر ، افسانہ کوتاہ
افغان باقی ، کہسار
الحکم اللہ ! الْمَلِكُ لِلّٰهِ
 حاجت سے مجبور مردان آزاد
کرتی ہے حاجت شیروں کو رواہ
محرم خودی سے جس دم ہوا فقر
تو بھی شہنشاہ ، میں بھی شہنشاہ!
قوموں کی تقدیر وہ مرد درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطان کی درگاہ

(۵)

یہ مدرسہ یہ کھیل یہ غوغائے روازو
اس عیش فراواں میں ہے ہر لحظہ غم نو
وہ علم نہیں ، زبر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کف ہو
ناداں ! ادب و فلسفہ کچھ چیز نہیں ہے
اسباب ہنر کے لیے لازم ہے تگ و دو
فطرت کے نواتیں پہ غالب ہے ہنر مند
شام اس کی ہے مانند سحر صاحب پڑو
وہ صاحب فن چاہے تو فن کی برکت سے
ٹپکے بدن مہر سے شہنم کی طرح شوا

(۶)

جو عالم ایجاد میں ہے صاحب ایجاد
ہر دور میں کرتا ہے طوف اس کا زمانہ
تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو
کر اس کی حفاظت کہ یہ گور ہے یگانہ
اس قوم کو تجدید کا پیغام مبارک!
ہے جس کے تصور میں فقط بزم شبانہ
لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازہ تجدید
مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ

(۷)

رومی بدلے ، شامی بدلے ، بدلا ہندستان
تو بھی اے فرزند گھستاں! اپنی خودی پہچان

اپنی خودی پہچان

اوغافل افغان!

موسم اچھا ، پانی وافر ، مٹی بھی زرخیز
جس نے اپنا کھیت نہ سینچا ، وہ کیسا دہقان

اپنی خودی پہچان

اوغافل افغان!

اوپنجی جس کی لہر نہیں ہے ، وہ کیسا دریاۓ
جس کی ہوا میں شند نہیں ہیں ، وہ کیسا طوفان

اپنی خودی پہچان

اوغافل افغان!

ڈھونڈ کے اپنی خاک میں جس نے پایا اپنا آپ

اس بندے کی دہقانی پر سلطانی قربان

اپنی خودی پہچان

اوغا نسل افغان!

تیری بے علمی نے رکھ لی بے علوم کی لاج
عالم فاضل بیج رہے ہیں اپنا دین ایمان

اپنی خودی پہچان

اوغا نسل افغان!

(۸)

زان کہتا ہے نہایت بدناہ ہیں تیرے پر
شپرک کہتی ہے تجھ کو کور چشم و بے بُنر
لیکن اے شہباز! یہ مرغانِ صحرا کے اچھوت
ہیں فضائے نیگاؤں کے بیچ و خم سے بے خبر
ان کو کیا معلوم اس طائر کے احوال و مقام

روح ہے جس کی دم پرواز سر تا پا نظر!

(۹)

عشق طینت میں فرمایہ نہیں مثل ہوں
بڑ شہباز سے ممکن نہیں پرواز مگس
یوں بھی دستور گلتان کو بدل سکتے ہیں
کہ نشین ہو عنادل پر گراں مثل قفس
سفر آمادہ نہیں منتظر بانگِ رحل
ہے کہاں قافلة موج کو پرواۓ جس!
گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے
مردہ ہے ، مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس
پورش دل کی اگر مد نظر ہے تجھ کو
مردِ مومن کی نگاہِ غلط انداز ہے بس!

(۱۰)

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شہاب جس کا ہے بے داغ ، ضرب ہے کاری
اگر ہو جنگ تو شیران غاب سے بڑھ کر
اگر ہو صلح تو رعناء غزال تاتاری
عجب نہیں ہے اگر اس کا سوز ہے ہمہ سوز
کہ نیتاں کے لیے بس ہے ایک چنگاری
خدا نے اس کو دیا ہے شکوہ سلطانی
کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کز اری
نگاہ کم سے نہ دیکھ اس کی بے گلاہی کو
یہ بے گلاہ ہے سرمایہ گلہ داری

(۱۱)

جس کے پرتو سے متور رہی تیری شبِ دوش
 پھر بھی ہو سکتا ہے روشن وہ چراغِ خاموش
 مرد بے حوصلہ کرتا ہے زمانے کا گلہ
 بندۂ خر کے لیے نشرِ اقدیم ہے نوش
 نہیں ہنگامہ پیکار کے لاّق وہ جواں
 جو ہوا نالہ مرغانِ سحر سے مدھوش
 مجھ کو ڈر ہے کہ ہے طفانہ طبیعتِ تیری
 اور عتیار ہیں یورپ کے شکر پارہ فروش!

(۱۲)

لا دینی و لاطینی ، کس یہ میں الجھا تو
 دارو ہے ضعیفوں کا گانگابِ الہ خون

صیاد معانی کو یورپ سے ہے نومیدی
 دلکش ہے فضا ، لیکن بے نافہ تمام آہو
 بے اشک سحر گاہی تقویم خودی مشکل
 یہ اللہ پیکانی خوشنتر ہے کنار ہو
 صیاد ہے کافر کا ، تجھیں ہے مومن کا
 یہ قیر کہن یعنی بخانہ رنگ و بو
 اے شیخ ، امیروں کو مسجد سے نکلا دے
 ہے ان کی نمازوں سے محراب ٹرش ابرو

(۱۳)

مجھ کو تو یہ دنیا نظر آتی ہے ڈگرگوں
 معلوم نہیں دیکھتی ہے تیری نظر کیا
 ہر سینے میں اک صحیح قیامت ہے نعمودار
 افکار جوانوں کے ہوئے زیر و زبر کیا

کر سکتی ہے بے معرکہ جینے کی تلاشی
 اے پیر حرم تیری مناجاتِ سحر کیا
 ممکن نہیں تخلیقِ خودی خانقوں سے
 اس شعلہ نم خورده سے ٹوٹے گا شر کیا!

(۱۲)

بے جرأتِ رندانہ ہر عشق ہے رُزو باہی
 بازو ہے قوی جس کا ، وہ عشق یَدِ اللہی
 جو سختیِ منزل کو سامانِ سفر سمجھے
 اے واۓ تن آسانی ! ناپید ہے وہ راہی
 وحشت نہ سمجھ اس کو اے مردکِ میدانی!
 کہسار کی خلوت ہے تعلیمِ خود آگاہی
 دنیا ہے روایاتی ، عقیمی ہے مناجاتی
 در پاز دو عالم را ، این است شہنشاہی!

(۱۵)

آدم کا ضمیر اس کی حقیقت پے بے شاہد
مشکل نہیں اے سالک رہ ! عالم فقیری
فولاد کہاں رہتا ہے شمشیر کے لائق
پیدا ہو اگر اس کی طبیعت میں حریقی
خود دار نہ ہو فقر تو ہے قبر الہی
ہو صاحب غیرت تو ہے تمہید امیری
افرنگ ز خود بے خبرت کرد و گرنہ
اے بندہ مومن ! تو بشیری ، تو نذیری !

(۱۶)

قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی
ہو صاحب مرکز تو خودی کیا ہے ، خدائی !

جو فقر ہوا تجھی دوران کا گلہ مند
 اس فقر میں باقی ہے ابھی بُوئے گدائی
 اس دور میں بھی مرد خدا کو ہے میر
 جو معجزہ پربت کو بنا سکتا ہے رائی
 در معركہ بے سوز تو ذوق نتوان یافت
 اے بندہ مومن تو کجاں ، تو کجاں
 خورشید ! سرا پردا مشرق سے نکل کر
 پہنا مرے کھسار کو ملبوسِ حنائی

(۱۷)

آگ اس کی پھونک دیتی ہے بُرنا و پیر کو
 لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحبِ یقین
 ہوتا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی کبھی
 وہ مرد جس کا فقر خزف کو کرے نگیں

تو اپنی سرنوشت اب اپنے قلم سے لکھ
 خالی رکھی ہے خالہ حق نے تری جیں
 یہ نیلگاؤں فضا جسے کہتے ہیں آسمان
 ہمت ہو پرکشا تو حقیقت میں کچھ نہیں
 بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسمان
 زیر پر آگیا تو یہی آسمان ، زمین!

(۱۸)

یہ نکتہ خوب کہا شیر شاہ سوری نے
 کہ امتیاز قبل تمام تر خواری
 عزیز ہے انھیں نام وزیری و محمود
 ابھی یہ خلعت افغانیت سے ہیں عاری
 ہزار پارہ ہے کھسار کی مسلمانی
 کہ ہر قبیلہ ہے اپنے بتوں کا زُخاری

وہی حرم ہے ، وہی اعتبار لات و منات
خدا نصیب کرے تجھ کو ضربت کاری!

(۱۹)

نگاہ وہ نہیں جو سرخ و زرد پچانے
نگاہ وہ ہے کہ محتاجِ مہر و ماہ نہیں
فرنگ سے بہت آگے ہے منزلِ مومن
قدم اٹھا! یہ مقامِ انتہائے راہ نہیں
کھلے ہیں سب کے لیے غریبوں کے میخانے
علومِ تازہ کی سرمستیاں گناہ نہیں
اسی سورہ میں پوشیدہ موت بھی ہے تری
ترے بدن میں اگر سوز لالا نہیں
سینیں گے میری صداختزاد گان کبیر؟
گلگیم پوش ہوں میں صاحب کلاہ نہیں!

(۲۰)

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندہ صحرائی یا مرد کہتا نی
دنیا میں محاسب ہے تہذیب ٹھوں گر کا
ہے اس کی فقیری میں سرمایہ سلطانی
یہ حسن و لطافت کیوں ؟ وہ قوت و شوکت کیوں
بلبل چمنتائی ، شہزاد بیباں !
اے شیخ ! بہت اچھی مکتب کی فضا ، لیکن
بنتی ہے بیباں میں فاروقی و سلمانی
صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا
تموار ہے تیزی میں صہبائے مسلمانی !
